ڈاکٹر پروین کلّو

پریم چند کے ناولوں پر ٹالسٹائی کے اثرات: تحقیقی جائزہ

Prem Chand laid down the foundation of secular literature . He also got guidance and courteous of Tolstoy .Gosah Afeeat shows great effect of Tolsty 's Resrication . Amer Cant brought a revolutionary movement to mobilize the farmers and the poor against the government where we observe Prem Chand's inclination to wards communism . In (Narmala and Gaban ,he brought to compromise. Mangle Sutar reflects Prem Chand 's revolutionary conscious . The center of Prem Chand 's works is Tolstoy 's farmer who fights with moral strength against brutality of life. He also adopted Tolstoy's courteous manners in this novels . So Prem Chand is not only inspired Tolstoy 's literature but also his thoughts. Both wrote about the poor and tried to search the realities of life .and tried to remove the social vices and evils from the society .Prem Chand did the same work in India as Tolstoy did in Russia .

انیسویں صدی اپنے ساتھ ایک انقلاب آفریں عہد لائی' زندگی کو بہت قریب سے دیکھا جانے لگا آزادی کی ایک عالمگیر لہر دوڑ گئی۔ جمہوریت مساوات کی آواز بلند ہوئی' محنت وسرمایہ کی کشیدگی بڑھنا شروع ہوئی۔ پریم چند جس دور میں سانس لے رہے تھے وہ ہندوستان کی بدترین غلامی کا دور تھا۔ حکومت کی گرفت ہندوستانیوں کے اپنے سیاسی شعور کی کمزوریاں' سیاسی رہنماؤں کی دقتیں ان کی کج فہمی جس میں فرقہ واریت کی بھی رنگ آمیزی تھی' ان تمام چیزوں نے پریم چند کو سماج کی اصل کمزوریوں کو دور کر کے اسے آگے بڑھانے کا موقع دیا۔

> ''پریم چند نے نیا شعور اور دانشور طبقے کو کسانوں کی حالت زار کی طرف متوجہ کیا۔ سیاسی اعتبار سے ہندوستان جس حالت زار سے گزر رہا تھا اور غیر ملکی حکومت اپنے افسروں اور زمینداروں کے ساتھ مل کر جس طرح کسانوں کو استبداد اور استحصال کا نشانہ بنا رہی تھی اس کی بھرپور تصویر ہمیں پریم چند کے ہاں نظر آتی تھی۔''[1]

پریم چند کے یہاں سب سے زیادہ قابل قدر چیز ان کی انسانی دوستی ہے۔ ان کے تمام تر ادب کا مقصد غریبوں خصوصاً کسانوں اور دیہاتیوں کی حالت کو بہتر بنانا ہے۔ ان کے پسندیدہ کردار اعلیٰ انسانی قدروں' بے مثل خدمت گزاری اور ترک وایثار کے حامل ہوتے ہیں۔ حب الوطنی اور خدمت قوم کے آگے وہ اپنی زندگی کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کے کردار مثالی انسان ہوتے ہیں بلند فطرت اور قابل تقلید انسان پہلی مرتبہ پریم چند کے یہاں نظر آتے ہیں ان کی قربانیاں اور ان کی جدوجہد کسی مخصوص مذہبی عقیدے سے متاثر نہیں ہیں۔ ان کی زندگی کی قابل قدر چیز ان کی انسانی دوستی ہے۔

> ”پریم چند کے تقریباً سبھی کردار اصلاح پسند ہیں اس کے سامنے خوش حال زمینداروں کی مثالیں ہیں جو ٹالسٹائی کے ہیرو ڈمیٹری کی طرح کسانوں میں اپنی جائداد تقسیم کر کے اپنی زندگی کو خدمت خلق کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔“ ۲

پریم چند کے ناول ”گئو دان“ کے اہم کرداروں میں سے ایک کردار ”ہوری“ ہے۔ یہ کردار نہ صرف اپنے طبقہ کے سماجی مسائل کا نمائندہ ہے بلکہ ہم اس کے کردار میں جاگیردارانہ نظام زندگی میں پرورش پائے ہوئے کسان کی نفسیات کے سارے پیچ و خم کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

۱۹۱۷ء کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستانی روس کے صحیح حالات سے واقف ہوئے۔ روسی لٹریچر اور دیگر سیاسی کتابیں جو سالوں بعد بھی ہندوستان میں نہ پہنچ سکتی تھیں سرعت سے آئیں اور پڑھی جانے لگیں۔ کئی روسی نظموں اور کہانیوں کے ترجمے شائع ہوئے جن سے ادیبوں کو پرولتاری ادب و شعر کا اسلوب معلوم ہو گیا۔ گورکی سے پہلے روس میں ٹالسٹائی، دستوفسکی اور چیخوف جیسی عظیم ادبی شخصیتیں تھیں جنہوں نے نہ صرف روسی ادب بلکہ دنیا کے دوسرے ادب پر بھی اپنے اثرات مرتب کیے۔

روسی زبان اور ادب نے تمام قومیتوں کے ادب پاروں کو ایک دوسرے سے منسلک کرنے اور ان کے باہمی رشتوں کو مضبوط بنانے میں بہت مدد دی، چھوٹی قومیتوں نے نئی جمہوریت اور اشتراکی تمدن کے نظریے بڑی حد تک روسی ادب سے کشید کیے۔ انقلاب روس سے پہلے کا اردو ادب محض لفاظی، تصنع، بناوٹ، اصلاح اور ادب برائے ادب جیسی خصوصیات پر مشتمل تھا، عشق کے تذکرے چھڑے تو جاگیری ادب نے کئی الف لیلوی شہزادے پیدا کر دیئے۔ کنواں چلانے والا مجنوں، نہریں کھودنے والے فرہاد، سینکڑوں دشمنوں کے نرغے سے محبوب کو نکال لانے والے بانکے اسی ادب کی پیداوار ہیں۔۔۔۔ مختصر یہ کہ جاگیری عہد کا ادب سراسر غیر حقیقی اور غیر ذہنی تھا۔ زندگی سے کٹا ہوا اور غیر استدلالی“۔۳

> ”کسی بھی دور کا ادب اس عہد کے سماجی، سیاسی اور ثقافتی محرکات اور ماحول میں سانس لے کر جوان ہوتا ہے۔ انیسویں صدی میں چونکہ انسانیت سیاسی نظریوں کی آویزش اور سیاسی جھلکوں کی زد میں رہی ہے اس لیے صدیوں کے ادب کا جوہر سیاسی فکر سے مملو ہے نا ریختی ناولوں میں اسلامی عظمت رفتہ کی بازیافت کی صورت میں سامنے آتی ہے۔“ ۴

نذیر احمد سے پریم چند تک اردو ناول کا دامن جن سے خالی تھا ان ترقی پسند ادیبوں کے ناولوں میں جو کردار ہیں وہ تصور پرستی کی گیلی اور چکنی مٹی کے بجائے حقیقت پسندی کی کھردری اور سخت پتھریلی مٹی کے ڈھالے ہوئے ہیں وہ پرانے عقائد اور فرسودہ سماجی رشتوں کی شکست و ریخت ہی نہیں آزادی، انصاف اور انسان دوستی کے لیے نئے تصورات اور نئے خوابوں کی علامت بھی ہیں۔ اعظم راؤ، نعیم، شمشاد، چندر، اسب کا وجود ایک باغی روح کی آگ سے دہک رہا ہے۔

پریم چند سے پہلے اردو قصے کہانی کی تاریخ میں عوامی زندگی کے مسائل سے بہت کم سروکار رکھا گیا۔ موضوع اور کردار بورژوائی نظام کے تحت متعین کیے جاتے رہے اس وقت کا ادیب عوامی سطح پر آ کر سوچنے کا عادی ہی نہیں تھا

> ”۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب مارکس کے اس عملی فلسفے کا ایک نمایاں اور ٹھوس ثبوت تھا۔ اس پرولتاری انقلاب نے جہاں دنیا کے سیاسی نظام پر ایک کاری ضرب لگائی وہاں دنیا کی ذہنی اور فکری ہیئت کو بھی متاثر کیا۔ اردو ادب بھی اس انقلاب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اس اثر کی پہلی نمایاں جھلک پریم چند کے افسانوں اور ناولوں میں نظر آتی ہے۔“ ۵

پریم چند کے ناولوں میں زندگی کی حقیقت نظر آتی ہے ان کے نزدیک ادب ایک سماجی فعل ہے اور زمانے کا عکس ہے۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں ان سماجی اور سیاسی مسائل کو پوری طرح واضح کرنے کی کوشش کی ہے جن سے ان کے زمانے کا ہندوستان

دوچار رہو رہا تھا۔ پریم چند کے ناولوں کا سلسلہ وار مطالعہ کیا جائے تو بیسویں صدی کے ابتدائی ۳۵ سال کی تاریخ مرتب ہو جاتی ہے۔ گویا پریم چند کے ادب کی تاریخ پاک و ہند کی سیاسی وسماجی تبدیلیوں کی تاریخ ہے۔

پریم چند نے ایک درجن کے قریب ناول لکھے ان کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۷ء کا ہے۔ اس ابتدائی دور میں انہوں نے جو ناول تصنیف کئے ان میں ''جلوہ ایثار'' ''بیوہ'' اور ''بازار حسن'' قابل ذکر ہیں۔ یہ ناول فنی اعتبار سے بلند پایہ نہیں ہیں۔ ان ناولوں میں حب الوطنی کا جذبہ' ہندو معاشرت اور اس کے رسوم ورواج' مذہب کی فرسودہ روایات' بے جوڑ شادیوں کے نتائج اور طوائف کے مسئلے کو پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا دور ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۱ء تک کا ہے اس دور میں پریم چند نے کوئی ناول نہیں لکھا۔ تیسرا دور ۱۹۲۲ تا ۱۹۳۱ء ہے۔ اس دور میں انہوں نے ملک کے معاشی اور سیاسی حالات کو ناولوں کا موضوع بنایا۔ اس دور کے نمایاں ناول ''گوشہ عافیت'' ''نرملا'' ''چوگان ہستی'' ''پردہ مجاز'' ''غبن'' اور ''میدان عمل'' ہیں۔ ان ناولوں میں اقتصادی مسائل' طبقاتی کشمکش' سماجی حالات' راجاؤں اور نوابوں کی تعیش پسندانہ زندگی اور کسانوں پر ان کے مظالم کی بھیانک تصویر کھینچی ہے۔ مجموعی طور پر اس دور کے ناول نگاروں کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ با اعتبار فن نذیر احمد نے اردو ناول کو مکالمہ دیا اور شرر نے روئداد کا سلیقہ اور حسن انتظام' سرشار نے کردار نگاری کو سنوارا' پریم چند نے حقیقت ورومان کا متوازن اور صحت مند امتزاج پیش کیا۔ پھر بھی پریم چند مثالیت پسند ہیں اور اصول پرست بھی ان کے یہاں اصولوں کی اہمیت ہے ان کے اصولوں کے آگے انسان کی فطرت کے تقاضے بھی کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ایثار قربانی ان کے یہاں کی مستقل قدریں ہیں پریم چند نے زندگی کے ہر موضوع پر لکھا مثلاً' زندگی کے خلاف ابھرتے ہوئے درمیانی طبقے کے چھوٹے چھوٹے آدمی اور غریب کلرک' لوگوں کو پیس دینے والے تعصبات' توہم پرستی اور روایت پرستی ان لوگوں کی مکاری جو ہندوستان کے عوام کی مذہبی خوش اعتقادی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ رشوت خوری' زمینداروں اور سرکاری حاکموں کی ناانصافیاں' یہ ہیں وہ موضوعات جنہیں پریم چند نے اپنی کہانیوں اور ناول میں استعمال کیا ہے۔

''گوشہ عافیت'' جس کو پریم چند نے پہلی جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد مکمل کیا۔ اس میں پریم چند نے طبقاتی کش مکش کو پیش کیا ہے ناول کی ابتداء میں ہی انگریزوں کی تصویر یوں ابھرتی ہے

> ''منوہر نے کہا بھائی حاکم تو انگریج ہے۔ وہ نہ ہوتے تو اس دیس والے حاکم لوگوں کو پیس کر پی جاتے۔
> دکھرن بھگت نے تائید کی' جیسا ان کا اقبال ہے ویسا ہی نارائن نے بھاؤ بھی دیا ہے۔ انیا پھ کرنا تو یہی جانتے ہیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کھوں گھاس سے کچھ مطلب نہیں۔'' (۶)

یہی طبقاتی کشمکش پریم چند کے ناولوں میں پائی جاتی ہے۔ طبقاتی کشمکش آج بھی ہندوستان میں چل رہی ہے لیکن پریم چند کی خواہشات کی تمام شقیں ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ ہاں کسان کا مسئلہ جس کا ادراک گوشہ عافیت میں پریم چند نے کیا تھا۔ بہت کچھ پورا ہو گیا ہے۔

> ''جن لوگوں نے ٹالسٹائی کی مشہور تصنیف ''ریسر کشن'' پڑھی ہے یا گورکی کی ''ماں'' دیکھی ہے وہ بہت ہی آسانی سے پریم چند کے اس ناول کے نقوش ول تلاش کر لیں گے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پریم چند میں گورکی کی حقیقت نگاری کم ہے اور ٹالسٹائی کی مثالیت وتصوریت (IDEALISM) زیادہ'' ۷

۱۹۲۱ء کے بعد سے ان کی تصنیفات پر مغربی ادب کا عموماً اور روسی ناولوں کا خصوصاً اثر صاف صاف ظاہر ہے۔ چیخوف' ٹالسٹائی' گورکی' شولوخوف کی مشہور تصنیفات دیکھی ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی اس شمع فروزاں نے کن کن چراغوں سے روشنی حاصل کی ہے۔ پریم چند خود اعتراف کرتے ہیں کہ روسی ادب کی طرف میری طبیعت مائل ہے ۱۹۱۴ء کے ایک خط میں منشی دیا نرائن نگم کو لکھتے ہیں:

"مجھے ابھی تک یہ اطمینان نہیں ہوا کہ کون سا طرزِ تحریر اختیار کروں کبھی آزاد کے پیچھے چلتا ہوں آج کل
کاؤنٹ ٹالسٹائی کے قصے پڑھ چکا ہوں تب سے کچھ اسی طرف طبیعت مائل ہے۔"

"انہوں نے اصلاحی کوششوں کے اعتبار سے پریم چند کو ڈکنس، ٹھیکرے اور ٹالسٹائی کے ہم پلہ بلکہ کہیں کہیں
ان سے بھی افضل قرار دیا ہے۔ ان کے ناول منزلِ ارتقاء میں اپنے پہلے کے ہر ناول نگار کے ناول سے کم سے
کم ایک صدی آگے ہیں۔" (۸)

پریم چند کے نسوانی کرداروں کے بارے میں علیحدہ گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ ان سے پہلے عورت صرف محبوبہ تھی جس کا کام صرف یہ ہوتا تھا کہ ناول کے انجام کے قریب وہ ہیرو سے شادی کر کے اس کی محبت اور وفا کا انعام ادا کر دے۔ پریم چند کے یہاں عورت پہلی مرتبہ اپنی انفرادیت کا ثبوت دیتی ہوئی اور کارزارِ حیات میں اپنا رول ادا کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پریم چند سے پہلے کے ناولوں میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ زندگی صرف مردوں کے سہارے چل رہی ہے۔ پریم چند کے یہاں عورتیں اس زندگی میں برابر کا حصہ لیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ روسی ادب کے اثرات کا ہی نتیجہ ہے۔ کیونکہ روسی ادب میں ناول "ماں" اور "جمیلہ" دیکھیں اس میں عورت مسلسل جدوجہد کرتی اور زندگی سے لڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔

میدانِ عمل میں عورتوں ہی کے کردار ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ان عورتوں میں قومی خدمت اور ایثار کا جذبہ اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے کہ ان کے کردار میں ماورئیت سی آ گئی ہے اور وہ اس ماحول میں خلافِ قیاس نظر آتی ہیں۔

"پریم چند کے ناولوں میں نسوانی کردار مردوں کی نسبت زیادہ جاندار اور زندگی سے بھرپور نظر آئے ہیں۔ ان
میں زیادہ دلکشی نظر آتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سہارے کے بغیر مرد آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ ان کو
صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہیں دیتیں۔ وہ میدانِ عمل میں نکلتی ہیں تو مردوں کو پیچھے چھوڑ دیتی ہیں جیسے میدانِ عمل
کی سکھدا اور مہتا کے مقابلہ میں مالتی کی شخصیت زیادہ دل پذیر ہے۔" (۹)

پریم چند نے اپنے کرداروں کا انتخاب عام انسانوں میں سے کیا ہے اور کہیں کہیں تو صدرِ مجلس کا تاج بھی نچلے طبقہ کے سر رکھا گیا ہے یہ خصوصیات ہمیں پریم چند سے پیشتر نظر نہیں آتیں۔ ان سے پہلے کوئی ابن الوقت ہے تو کوئی آزاد کوئی امراؤ جان ادا ہے تو کوئی موہنا، کوئی اصغری بیگم ہے تو کوئی اکبری بیگم، مگر روسی فکشن کے اثرات کے ساتھ کرداروں کی نوعیت ہی بدل گئی۔ پریم چند کے ہاں چھوٹے بڑے ادنیٰ و اعلیٰ کمزور قوی کسی کی تخصیص نہیں۔ ان کے ناولوں میں رائے صاحب، کھنہ صاحب، مرزا خورشید، مسز کھنہ، امر کانت، سکھدا اور سمر کانت، سلیم کے ساتھ ساتھ ہوری، گوبر، دھنیا کے کردار بھی نظر آتے ہیں۔ یہ کردار ہماری زندگی سے ابھرتے اور ہماری طرح ہی چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ وہ زندگی کی گتھیوں کو سلجھاتے ہیں اور کبھی کبھی انہیں الجھا دیتے ہیں۔ ان کی یہ راہ خطرات سے پاک نہیں۔ ٹھوکریں کھاتے، گرتے، سنبھلتے ہیں اور منزل تک پہنچتے ہیں۔ پریم چند نے ہوری، دھنیا اور بلراج کی تخلیق کر کے ان گمناموں کو نام اور بے زبانوں کو زبان دے دی۔ موجودہ نسلیں ہوری اور دھنیا اور بلراج کے ذریعے سے اپنے عہد کی حقیقت کو سمجھیں گی۔ اپنے سماج کی ناانصافیوں اور سماجی اداروں کے مظالم کے خلاف احتجاج کریں گی اور پریم چند کی تنقید کی اہمیت کو سمجھ کر اس نظام کو بدل دیں گی۔ ان کے ہیرو محنت کش انسانیت سے آتے ہیں۔ جو ظلم اور ناانصافی کے نظام کو بدل دینے کے خواہش مند ہیں

"پریم چند نے ہندوستانی کسان کی جو تصویر کھینچی وہ ہمارے ادب اور انقلاب دونوں کے مستقبل کی طرف
ایک اہم اشارہ ہے آخر عمر میں ان کے انداز میں بنیادی تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ اور وہ اس حقیقت تک پہنچ
گئے تھے کہ کسانوں اور مظلوموں کی مصیبت کا حل ٹالسٹائیت، مثالیت اور تصوریت کے ذریعے سے
جاگیرداری اور سامراج کے چوکھٹے کے اندر ممکن نہیں ہے اس کے لیے سماجی تبدیلی ضروری ہے۔" (۱۰)

ٹالسٹائی کا اثر ''گوشۂ عافیت'' میں اس کے اختتام میں بہت نمایاں ہے۔ پریم چند کی مثالیت اور تصوریت ''چوگانِ ہستی'' ''میدانِ عمل'' میں بھی باقی رہتی ہے لیکن ''گئودان'' اس اعتبار سے ان کی تمام ادبی تخلیقات سے الگ ہے۔ اس ناول میں پریم چند اپنی ٹالسٹائیت' مثالیت اور تصوریت سے مایوس ہو کر آگے بڑھ گئے ہیں۔ اس ناول کے شہری حصے میں بھی مثالی کردار مل جاتے ہیں لیکن دیہاتی حصہ جو کتاب کی جان ہے اور ناول کا مرکزی موضوع رہا ہے بے عیب ہے اس میں قلبِ ماہیت نہیں ہوتی' کوئی بھی اپنی زمین کسانوں میں نہیں بانٹتا۔ ناول کو ہوری کی موت پر اس طرح ختم کیا ہے کہ ایک سناٹا چھا جاتا ہے۔ پریم چند کا کسان اکثر و بیشتر مقامات پر اپنی تقدیر پر شاکر نظر آتا ہے۔ وہ اکثر اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ زمیندار طبقے کے پیروں تلے روندا جائے۔ مگر اس کے اندر نظام سے بغاوت کا جذبہ شاذ ہی نظر آتا ہے۔ پریم چند کا کسان زیادہ تر سیاسی قیود' سیاسی دباؤ اور زمینداروں کے ظلم کا مارا ہوا ہے۔ ۱۹۲۱ء کے بعد پریم چند کی تصنیفات پر مغربی ادب عموماً اور روسی ناولوں کا خصوصاً اثر صاف ظاہر ہے۔ پریم چند کی کہانیوں کا موضوع بادشاہوں' شہنشاہوں' شہزادوں' جنوں' اور پریوں سے نیچے اتر کر خاص قسم کے انسانوں تک پہنچ گیا تھا۔ لیکن پریم چند ہی کا کام ہے کہ انہوں نے محنت کش عوام کو اپنے افسانوں اور ناولوں کا ہیرو بنایا اور اس دنیا کی تصویر کھینچی جو سب سے زیادہ جاندار اور سب سے زیادہ حقیقی اور سب سے زیادہ انسان دوستی کی مظہر تھی۔ ''گوشۂ عافیت'' جس کا موضوع ہی کسانوں کی بغاوت اور جد و جہد ہے اس ناول پر ٹالسٹائی کا اثر نمایاں ہے۔ انہوں نے ٹالسٹائی کی کہانیوں کا ترجمہ بھی کیا تھا اور انہیں ہندوستانی ماحول میں ڈھال دیا تھا۔ پریم چند پہلے ادیب ہیں جنہوں نے شعوری طور پر ادب کے ذریعے سے عوام کے مسائل سمجھنے کی کوشش کی اور انسان دوستی کی طرف قدم بڑھایا۔ پریم چند اور ٹالسٹائی کے بعض فکری رجحانات میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ مشرقی نظام کی فکریات اپنی حقیقی تاریخی معنویت کے اعتبار سے ٹالسٹائیت ہے۔ ٹالسٹائی کی طرح پریم چند نے بھی اپنے ادب میں اس صحت مند نفرت کی ترجمانی کی ہے جو عام اور خاص طور سے کسانوں کے دل میں سماجی نظام کے خلاف ہے' جو انسان سے انسانیت چھین لیتا ہے۔ پریم چند نے محض اس نفرت ہی کی نہیں بلکہ اس نظام کو تبدیل کرنے کی بھرپور خواہش کی بھی ترجمانی کی ہے جس میں یہ نفرت بڑھتی اور پلتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ٹالسٹائی کی طرح ان کے خواب ادھورے تھے اور انقلاب کا پیچیدہ عمل اور اس کی راہیں واضح نہیں تھیں۔ اردو ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستانی ادب میں یہ پہلا ناول ہے جس میں دیہاتی زندگی کے بنیادی مسائل پیش کیے گئے ہیں اور جاگیرداری نظام کی چکی اور کئی پہلوؤں سے مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ گئودان' پریم چند کا سب سے اہم ناول ہے جو ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کے درمیان لکھا گیا۔ جب ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک بڑے زور و شور سے چل رہی تھی اور یو۔پی میں چاروں طرف کسان بغاوتیں ہو رہی تھیں' جنہوں نے انگریزی سلطنت کی بنیادیں ہلا ڈالیں۔ اس ناول کا موضوع کسانوں کی بغاوت ہے جو وقتی تقاضوں کے مطابق ہے۔ اس میں سرکاری حاکموں' زمینداروں اور اسی قسم کے بہت سے کرداروں کی تصویر کے ساتھ ساتھ کسانوں کے نئے شعور کی نئی بیداری بھی ہے۔ جو صدیوں کے ظلم سہنے سے انکار کر رہا ہے۔ پریم چند کا محبوب کردار ''بلراج'' یہ اشارہ کر رہا ہے کہ اب روس میں کسانوں اور مزدوروں کا راج ہے چونکہ انقلابِ روس نے سامراج کو کمزور کر دیا تھا اور ہندوستان کی تحریک آزادی براہ راست برطانوی سامراج سے ٹکر لے رہی تھی۔ اس زمانے کے تمام بڑے محب الوطن ادیب روسی انقلاب سے متاثر تھے

> وہ گاؤں کی زندگی کو خوش و خرم دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے ناول کے خاتمے تک ایک خوش و خرم گاؤں کی تخلیق کر دی ہے۔ تمام برے کرداروں کی قلبِ ماہیت ہو جاتی ہے کوئی اپنے ذاتی طبقاتی مفاد کو قربان کر دیتا ہے اور اپنی زمین کسانوں کی نذر کر دیتا ہے اور کوئی دنیا کو تیاگ دیتا ہے۔ پتھر دل موم ہو جاتے ہیں۔ اندھی اور تاریک روحوں کو روشنی مل جاتی ہے ''

پریم چند نے حقیقت نگاری کی جو بنیادیں قائم کی ہیں وہ بڑی صحت مند ہیں۔ اور انہیں بنیادوں پر مستقبل کے اردو ادب کی

عمارت کھڑی ہوگی۔ ہر بڑا ادیب اپنے عہد کے انقلاب کے کسی نہ کسی پہلو کی ترجمانی ضرور کرتا ہے اور اس اعتبار سے پریم چند کی عظمت مسلم ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کے انقلاب کے بنیادی سوال کو اپنے ادب کا مرکزی نقطہ بنالیا۔

''کسانوں کے اجتماعی کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے ٹالسٹائی کی طرح پریم چند اپنی ذہنی کش مکش کو نہ چھپا سکے۔ ایک طرف تو انہوں نے زمینداروں اور نوآبادیاتی نظام کے استحصال کی مرقع کشی کی ہے، ڈھکوسلوں کا مذاق اڑایا ہے اور برے رسم و رواج پر چابک لگائی ہے'' ۱۲

''گوشہ عافیت'' اور ''ڈرامہ سنگرام'' ۲۱ ۔ ۱۹۱۹ء کے عدم تشدد اور عدم تعاون کی تحریکات کو بنیاد بنا کر لکھا گیا ہے۔ اس میں انہوں نے انگریزوں اور زمینداروں کے جبر و استحصال کے خلاف کسانوں میں تیزی کے ساتھ پھیلتی ہوئی بغاوت کو دیکھا تھا۔ لیکن جب گاؤں کے زمیندار رہنما نے عوام کا خون چوسا متعدد ظلم و ستم کیے لیکن اس پر اس کے ضمیر نے ملامت کی اس کے کفارہ کے لیے اس نے سارے عوام کے سامنے اپنا قصور تسلیم کیا اور اپنی تمام دولت و جائداد انہیں دے دی اور جانے سے پہلے اس نے طویل تقریر کی جس میں زمینداری نظام کی مذمت کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ اس نظام میں کس قدر عیوب ہیں اور کس طرح غیر ملکی تسلط کی پرورش کرتا ہے۔ اس سے ٹالسٹائی کے ناول ریسرکشن کے کردار نخلوف کا تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔

پریم چند پر ٹالسٹائی اور مارکس کے اثرات بھی بہت نمایاں ہیں۔ جیسے مارکس جاگیرداری اور دوسروں کی محنت کے ذریعے ذاتی نفع اندوزی اور عیش پرستی کو بدترین جرم خیال کرتا ہے اور ٹالسٹائی اپنی جاگیر سے دست بردار ہوکر کسانوں اور مزدوروں کو زمین کا مالک بنا دیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ پانی، ہوا اور سورج کی روشنی کی طرح زمین کو بھی بیچا اور خریدا نہیں جاسکتا اس سے جو پیدا ہوتا ہے اس پر سب انسانوں کا مساوی حق ہے

''پریم چند کے ناول ''گوشہ عافیت'' کا بھی بنیادی خیال یہی ہے۔ اس کا ہیرو پریم شنکر اور ایک دوسرا کردار مایا شنکر دونوں اپنی تمام زمینداری اور جاگیر سے دست بردار ہوکر کاشتکاروں اور مزدوروں کو زمین کا مختار کل بنا دیتے ہیں۔ وہ زمین کی پیداوار کا حق دار صرف ان کو سمجھتے ہیں جو اس کے لیے محنت کرتے ہیں اس طرح پریم چند بھی اس زمانہ میں ٹالسٹائی کی انفرادی اصلاح پسندی اور اخلاقی ترغیب سے قریب آ جاتے ہیں۔ پریم چند نے سرکاری حکام کی زیادتی، کسانوں کی بے چینی، سرمایہ دار اور مزدوروں میں باہمی تصادم کو ہی اپنا بنیادی موضوع بنائے رکھا، پریم چند کے ناول ہندوستانی کسانوں کی جد و جہد کی تاریخ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان میں دیہاتوں کی پرسوز داستان رقم ہے۔ انقلاب روس سے متاثر پریم چند نے پہلی بار مزدور اور کسان کو اردو فکشن کا ہیرو بنایا۔'' ۱۳

انقلاب روس نے پریم چند کو بہت متاثر کیا۔ مزدوروں اور کسانوں کی حکومت جو روس میں قائم ہوئی پریم چند کا خواب تھی ''گوشہ عافیت'' میں ہندوستان کی دیہی زندگی کی وہ تصویر دکھائی گئی ہے جسے پریم چند سے قبل کسی ناول نگار نے سوچا بھی نہیں تھا ''گوشہ عافیت'' میں انقلاب روس کے اثرات نمایاں ہیں۔ پریم چند نے جس ادب کی بنیاد رکھی وہ سیکولر ہے ''گوشہ عافیت'' میں انسان کے استحصال کے خلاف بغاوت کا جذبہ بھی کارفرما ہے۔

''گوشہ عافیت'' میں سوویت روس کے انقلاب کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن سماجی حقیقت کو منقلب کرنے والی اس کی سائنٹفک تکنیک کو اختیار نہیں کیا۔ پریم چند نے مسیحی اخلاق ٹالسٹائی سے حاصل کیا ہے۔ ''گوشہ عافیت'' میں آشرم کے نگراں پریم شنکر میں گاندھی جی اور ٹالسٹائی کی جھلک دیکھتے ہیں ''گوشہ عافیت'' میں کسانوں کی پریشانیوں کا یہ حل پیش کیا کہ زمیندار اپنے حقوق سے دستبردار ہوکر زمینوں کے حقوق کسانوں کو دے دیں۔ یہ مارکس کا نظریہ تھا اور ٹالسٹائی کی سوچ، جس سے پریم چند نے اثر لیا ڈاکٹر قمر رئیس نے پریم چند کی ناول ''گوشہ عافیت'' کو ٹالسٹائی کے ریسرکشن (Resurrection) سے متاثر قرار دیا ہے۔ جس طرح گوشہ عافیت میں مایا شنکر اپنی جاگیر سے دست بردار ہوکر کسانوں کو مالکانہ حقوق دے دیتا ہے اس

طرح ریسریکشن کا ہیرو بھی اپنی جاگیر کسانوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ یہاں تک قصہ کی غرض و غایت کا تعلق ہے'' گوشہ عافیت'' پر ریسریکشن کا اثر صاف نظر آتا ہے''

ٹالسٹائی نے بھی اپنی جائداد کسانوں میں تقسیم کر دی تھی۔ ٹالسٹائی کی اخلاقیت اور مثالیت بھی پریم چند کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ٹالسٹائی کے افسانوں کا ترجمہ پریم چند نے اردو میں کیا تھا۔ پریم چند اپنے نظریات کی ترجمانی کے لیے بھی اسی زمیندار طبقے سے افراد حاصل کرتے ہیں۔ گیان شنکر کا حقیقی بھائی پریم شنکر اور گیان شنکر کا اکلوتا لڑکا مایا شنکر زمینداروں کے ایثار کی اعلیٰ ترین مثال پیش کرتے ہیں۔ پریم شنکر جائداد سے دست بردار ہو کر کسانوں کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ ان کی پریشانیوں کو دور کرنے میں اپنی تمام دولت قربان کر دیتا ہے۔ وہ امریکہ میں آٹھ سال رہ کر آیا ہے۔ مگر وہاں سے دولت اور اقتدار کی ہوس کے بجائے ایثار اور خدمت خلق کا جذبہ لے کر آیا ہے۔ وہ گاؤں والوں کے لیے اپنے صرف سے بند تعمیر کرواتا ہے۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب نے مزدوروں اور کسانوں میں متحد ہو کر اپنے حقوق حاصل کرنے کا ولولہ پیدا کر دیا۔ انسانیت کو بیدار کرنے اور اعلیٰ و ارفع خیالات پیدا کرنے کے ذرائع ان کے نزدیک ٹالسٹائی اور گاندھی جی کے خیالات تھے انہوں نے اسی کو اپنا مطمع نظر بنالیا'' میدان عمل'' کا موضوع اس عہد کی سیاسی تحریکیں ہیں۔ کسانوں اور غریبوں پر زمینداروں اور ساہوکاروں کے مظالم' ہندوستانیوں پر انگریزوں کے مظالم' سرکاری عمال کا شرمناک طرز عمل' حکومت کے کل پرزوں کی لوٹ کھسوٹ' کسانوں اور مزدوروں کی نجی مشکلات' چھوت چھات کا مسئلہ' ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت' مذہبی و تعلیمی مسائل غرضیکہ بے شمار موضوعات کو اس ناول میں جگہ دی گئی ہے۔ یہ ناول جدوجہد' تگ و دو اور سعی و کوشش کے لیے ایک میدان مہیا کرتا ہے۔ اس ناول میں غریب کسان اور مزدور جن کا نام کبھی لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا۔ اپنے خون سے جنگ آزادی کی تاریخ کو رنگین بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں پریم چند اشتراکیت کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

'' میدان عمل'' میں امرکانت غریب کسانوں کو حکومت اور زمینداروں کے خلاف متحد کر کے ایک تحریک چلاتا ہے۔ سکھدا نے اپنی عیش پرستی کی زندگی کو خیرباد کہا اور اچھوتوں کے لیے مندروں کے دروازے کھلوانے کی تحریک شروع کر دی۔ یہ تحریک کامیاب رہی اور اچھوتوں کیلئے مندروں کے دروازے کھل گئے۔ اب اس نے ایک اور تحریک کو شروع کیا۔ اس نے شہروں میں بسنے والے غریب مزدوروں کے مکانوں کیلئے میونسپل کمیٹی سے قطعات اراضی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اور جب کوئی شنوائی نہ ہوئی تو ہڑتال کرا دی۔ ہڑتال کروانے کے جرم میں اسے گرفتار کر لیا گیا اور جیل بھجوا دیا گیا جب لالہ سمرکانت نے دیکھا کہ اس کا بیٹا اور بہو قومی کاموں کی خاطر جیل یاترا کر رہے ہیں تو وہ میدان عمل میں کود پڑے اور مزدوروں کے حق میں آواز بلند کرنے لگے۔ انہیں بھی گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اس ناول کا انجام سمجھوتا پر ہوتا ہے۔'' میدان عمل'' کا ہیرو'' امرکانت'' ایک قوم پرست اور حریت پسند نوجوان ہے۔ جو اپنے رئیس باپ کو چھوڑ کر گاندھیائی فلسفے کے زیر اثر کھدر رنچ کر گذر بسر کرنے لگتا ہے۔ ایک گاؤں میں پہنچ کر تعلیم کے فروغ کے لیے کام شروع کر دیتا ہے اور مقامی زمیندار اور مہنت کے خلاف گاؤں والوں کو متحد کرتا ہے۔ کچھ ایسے اتفاقات ہوتے ہیں تقریباً سبھی کردار جیل پہنچ جاتے ہیں اور وہاں ان کی قلب ماہیت ہو جاتی ہے جو کافی غیر فطری ہے۔ حقیقت نگاری کے زاویہ سے میدان عمل کو بہترین نمونہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ قصے کے واقعات منطقی تسلسل کے ساتھ انجام کی طرف نہیں پہنچتے۔ اس ناول میں ٹالسٹائی کی عینیت پسندی اور تصوریت زیادہ ہے۔ گورکی کی حقیقت نگاری کم نظر آتی ہے۔ بہر حال یہ ناول حقیقت نگاری کا بہترین مرقع ہے اور اس میں گاندھیائی افکار کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ایک خاص قسم کا مارکسی نقطہ نظر بھی پایا جاتا ہے۔''۱۵ اس میں دیہاتی اور شہری زندگی کے مسائل کو حقیقی صورت میں پیش کیا ہے۔

'' نرملا'' اور'' غبن'' میں حقیقت نگاری کے جس مقام پر وہ متعین تھے اس ناول میں بھی اس مقام پر نظر آتے ہیں بلکہ ایک قدم آگے نظر آتے ہیں۔ وہ حقیقت نگاری کو مثالیت پسندی کے مقام تک لے آتے ہیں۔ میدان عمل' گئودان' منگل سوتر میں پریم

چند کے اس انقلابی شعور کا عکس ملتا ہے۔ ''میدان عمل'' میں امر کانت سکھدا آتما نند منی اور گاؤں کے سینکڑوں کسان جبر و ظلم کی طاقتوں کے خلاف بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں روس کے انقلاب کے بعد تمام ایشیا میں عوامی بیداری کی ایک نئی لہر پھیل گئی۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کے تین سالوں میں ہندوستان کی عوامی تحریکوں نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اس سلسلے میں لینن نے کہا ہندوستان کے مزدور بھی بیدار ہو گئے ہیں۔ پریم چند کا ادبی ارتقاء دراصل پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء کے دوران میں ہوا۔ سامراج کی تباہ کاریوں کے ساتھ ساتھ زمینداروں اور مہاجنوں کے ظلم سے عوام کی زندگی دوبھر ہو گئی تھی اور چاروں طرف بغاوت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ روسی عوامی انقلاب کی کامیابی سے بھی ہندوستانی عوام میں بیداری پیدا ہوئی اور ان کی ہمت بڑھی۔ ان کی تصنیفات میں اکثر و بیشتر کسانوں ہی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جن کا اس سے پیشتر ہندوستانی ادب میں کہیں نام و نشان نہ تھا مہاتما گاندھی ٹالسٹائی کے تصورات کو ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کی عملی زندگی سے ہم آہنگ بنانے کی جدوجہد کر رہے تھے

> ''پریم چند نے بھی ٹالسٹائی کی طرح اپنے گردوپیش کی زندگی کو کڑی تنقید کی نظر سے دیکھا تھا۔ دونوں نے مذہب کے فرسودہ ضابطوں' بے روح علامتوں اور مذہب کے اجارہ داروں کے خلاف جرات اور بے باکی سے آواز بلند کی۔ دونوں نے حکومت کے جبر' زمینداروں کی چیرہ دستی اور امراء کی خود پرستی کو ملک میں ہونے والی سماجی بے انصافی' افلاس' اخلاقی پستی اور انسانیت کی بے حرمتی کا سب سے بڑا وسیلہ اور سبب قرار دیا۔ پریم چند نے بھی اس زمانے میں ٹالسٹائی کی طرح بھولے بھالے کسانوں اور گاؤں کی معصوم اور سیدھی سادی زندگی میں اصل مذہب یا روحانی تقدس کے خدوخال دیکھے۔ دونوں فنکاروں نے زرداروں اور ناداروں کے درمیان کی خلیج مٹانے کیلئے پرامن ذرائع یعنی قربانی اور ترک و ایثار کی تبلیغ کی''۔۱۶

''گئودان میں پریم چند ایک حقیقت پسندانہ اسلوب میں ان سنگین حالات کو بے نقاب کرتے ہیں جو انقلاب کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ گاؤں کے نوجوانوں' گوبر' دھنیا اور مل مزدوروں کو سامنے لا کر ان انقلابی قوتوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو سماجی' سامراجی اور مہاجنی نظام کے خلاف خود عوام کے اندر ابھر رہی تھیں۔ اسی طرح ''منگل سوتر'' میں دیو کمار کے کردار میں انقلاب کے مادی محرکات اس کی اقتصادی بنیادوں اور طبقاتی کردار پر فلسفیانہ انداز سے روشنی ڈالتے ہیں۔ پریم چند پہلے ادیب ہیں جنہوں نے شعوری طور پر ادب کے ذریعہ عوام کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش میں انسان دوستی کی طرف یہ قدم اٹھایا۔ ٹالسٹائی اور مارکس کے نظریات کے اثرات پریم چند پر بہت نمایاں ہیں' گوبر زمیندار کو لگان کے علاوہ نذر' شگون اور بیگار دینے کے لیے تیار نہیں۔ وہ پورے جاگیرداری نظام کو ایک مارکس کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے'' بھگوان سب کو برابر بناتے ہیں یہاں جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ وہ چھوٹوں کو کچل کر بڑا ابن جاتا ہے''۔۔۱۷

پریم چند کا یہ ''ہوری'' ٹالسٹائی کا وہ کسان ہے جو ظلم کو اخلاقی قوت کے ساتھ جھیلتے رہنے اور اپنی مظلومیت سے ظالم کو مفتوح کرنے ہی میں زندگی کی بڑائی دیکھتا ہے۔ پریم چند اپنے اس ناول میں تمام تر ٹالسٹائی ہی کی اخلاقیات سے متاثر رہے ہیں۔

پریم چند ٹالسٹائی کے نہ صرف آرٹ بلکہ ان کے خیالات اور معتقدات سے بھی بے حد متاثر تھے۔ یہاں تک کہ دونوں کے اخلاقی قدروں کے برتنے کا تعلق ہے ان دونوں کی تعلیم میں بڑا اتحاد اور یگانگت ہے۔ مسز کھنا جو یہ بات مسٹر کھنا سے کہتی ہیں۔۔۔۔ کہ ''زندگی کا سکھ دوسروں کی مدد کرنے میں ہے۔'' وہ ٹالسٹائی ہی کی ایک صدائے بازگشت معلوم ہوتی ہے کہ پریم چند ٹالسٹائی کی روایت کے فن کار ہیں''

روس کے ملک میں کاشتکاروں اور مزدوروں کا راج ہے۔ پریم چند نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کسانوں میں آزادی کی یہ تڑپ صرف مزدوروں پر ظلم و ستم کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس کا ایک اور سبب روسی انقلاب کا اثر رہا ہے۔ پریم چند

ٹالسٹائی کی طرح اخلاقیات کی تعلیم دیتے ہیں۔ پریم چند ٹالسٹائی کے بڑے مداح و معتقد تھے۔ انہوں نے ٹالسٹائی کی کئی کہانیوں کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا۔ ترجمہ کرتے وقت انہوں نے زمان و مکان کے مطابق ان کہانیوں میں تبدیلی بھی کی۔ روسی وضع قطع کو بدل کر ہندوستانی وضع قطع کا استعمال کیا۔ گاندھی جی نے بھی ٹالسٹائی کی کہانیوں کا اپنی مادری زبان گجراتی میں ترجمہ کیا۔ ''گوشہ عافیت'' میں آشرم کے نگراں پریم شنکر میں گاندھی جی یا ٹالسٹائی کی جھلک دیکھتے ہیں۔

> ''پریم چند پر ٹالسٹائی کا گہرا اثر ہے دونوں کے نصب العین میں کچھ مماثلت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹالسٹائی کا حقیقی انداز فکر تمام مشرقی خطہ ارض پر خصوصاً ایشیا میں ٹالسٹائی کے اصولوں سے ملتا جلتا سا ہے۔ ٹالسٹائی کے اثرات کا یہی ایک واحد سبب ہے بلکہ اسی باعث ہندوستان کی سرزمین ٹالسٹائی کے خیالات کے لیے زرخیز ثابت ہوئی'' ۔١٩

پریم چند اور ٹالسٹائی میں جو بات قدر مشترک ہے دونوں نے ہی غریبوں کے لیے لکھا۔ دونوں نے سماج کے حقیقی روپ کو دیکھا' دونوں نے ہی زندگی کے حقائق کی تلاش میں جی جان سے کوشش کی ہے۔ بلکہ دونوں میں ایک ہی طرح کے جذبات کارفرما ہیں۔ غلط طریقے اختیار کر کے اور محض بہتری کی خواہش کے سہارے سماج کی اصلاح کے سطحی اور غیر حقیقی تصورات قائم کرنا دونوں میں قدر مشترک ہے۔

معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کے لیے جو کام ٹالسٹائی' چیخوف اور گورکی نے روس میں کیا' وہی یہاں ہمارے لیے منشی پریم چند نے کیا۔

پریم چند نے اپنے عہد کی زندگی اور اس کے مسائل کو ایک انسان دوست ادیب کے نقطہ نگاہ سے دیکھا تھا۔ جس طبقہ کے افراد کو انہیں زیادہ مفلوک اور پریشانی کی حالت میں پایا اتنی ہی زیادہ ہمدردی اور دلچسپی سے انہوں نے اس کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کی' پریم چند نے محنت کش عوام کو اپنے افسانوں اور ناولوں کا ہیرو بنایا اور اس دنیا کی تصویر کھینچی جو سب سے زیادہ جاندار' سب سے زیادہ حقیقی اور سب سے زیادہ انسان دوستی کی مظہر تھی۔ پریم چند پہلے ادیب ہیں جنہوں نے شعوری طور پر ادب کے ذریعے عوام کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش میں انسان دوستی کی طرف قدم اٹھایا۔''٢٠

پریم چند پہلے عوامی فنکار ہیں جنہوں نے خواص کی بجائے عوام اور عوام کی زندگی کے مسائل کو اپنے فن کا موضوع شعوری طور پر بنایا۔ محنت کش طبقہ غریب' مزدور' مزارعے' بھنگی' ایسے کچلے ہوئے طبقے اپنی تمام تر محرومیوں کے ساتھ پریم چند کی کہانیوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ یہی موضوعات روسی ادب مثلاً شولوخوف' گورکی' ٹالسٹائی' چیخوف' گوگول اور پشکن کی کہانیوں میں نظر آئیں گے۔

گوبر ایک طرف دھنیا کے ساتھ مل کر اس کسان طبقے کی نمائندگی کرتا ہے جو باغی دل و دماغ لے کر دیہات میں ابھر رہا تھا اس نظام کے خلاف جس نے صدیوں سے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا تو دوسری طرف وہ شہر میں مل مزدوروں کے ساتھ مل کر اس طبقے کے ساتھ حق رفاقت ادا کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار تھا۔ ان کے ناولوں اور کہانیوں کا بنیادی نقطہ کوئی سماجی یا معاشی مسئلہ ہوتا ہے لیکن اس کا حل سماجی اور معاشی نہیں بلکہ انفرادی ہوتا ہے۔ وہ انقلاب کی بجائے انفرادی اور روحانی سدھار کی طرف چلے جاتے ہیں۔ ٹالسٹائی بھی مسائل کا حل مذہب اور روحانیت میں تلاش کرتے ہیں۔ ٹالسٹائی کے اثرات کی ایک اور مثال دیکھئے۔

> ''اگر تمام آدمی نیک' راست باز اور پارسا بن جائیں تو سماج کے سارے دکھ درد کا علاج ممکن ہے۔ اگر وہ سماج میں نہیں تو کم از کم اپنی کہانیوں اور ناولوں میں تو برے کو اچھا اور تاریک کو روشن بنا ہی سکتے تھے۔ یہ داستہ دکھانے میں ٹالسٹائی اور گاندھی جی کے فلسفہ کو بھی بڑا دخل تھا۔ جس سے پریم چند بہت متاثر تھے۔'' ٢١

پریم چند کے ناول ہندوستانی عوام کے شعور کی اس تبدیلی کے آئینہ دار ہیں جو ہندوستان میں بڑھتی ہوئی سرمایہ داری' پہلی جنگ عظیم اور اس کے بعد ہونے والے عظیم روسی انقلاب سے پیدا ہوئی تھی۔ کسانوں کی ذہنی کیفیت ان کی بپتا' غصہ' احتجاج اور آزادی کی جدوجہد بڑی شدت سے ان کے ادب میں پائی جاتی ہے۔ ان کے ناول اپنی حقیقت نگاری' نفسیاتی مطالعے اور عظیم انداز بیان کے اعتبار سے ہمیشہ ہمیشہ ہمارے عہد کی غلامانہ زندگی اور نوآبادیاتی مظالم کی دستاویز بنے رہیں گے۔ ایک فن کار کی حیثیت سے پریم چند نے ان تمام چیزوں کے خلاف جدوجہد کی جو ان کی مادر وطن کے لیے سوہان روح تھیں اور اس کی رگوں سے خون نچوڑ رہی تھیں۔

> ''پریم چند ٹالسٹائی کی تحریروں سے بہت متاثر ہیں اور پریم چند کے ادب کی آب و گل میں بھی وہی صورت جلوہ گر نظر آتی ہے۔ پریم چند ''گئودان'' ایسے شاہکار میں دیہاتی لونڈے گوبر سے بالکل مارکسی باتیں کرا دی ہیں۔۴۲

''گئودان'' ''میدان عمل'' اور ''منگل سوتر'' میں پریم چند کے اس انقلابی شعور کا عکس ملتا ہے جو ہمیں روسی ناولوں میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ ''میدان عمل'' میں امر کانت' سکھدا' آتما نند اور گاؤں کے سینکڑوں کسان جبر و ظلم کی قوتوں کے خلاف بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی عملی جدوجہد ہی ناول کا موضوع ہے۔

''پریم چند ٹالسٹائی کی طرح ایسے کرداروں کو جنم دیتے ہیں جن کے آئینہ میں اگر ایک طرف اس عہد کی تقیدو ترجمانی یا فلسفیانہ تفسیر ہوتی ہے تو دوسری طرف وہ اپنی ذات سے بھی کبھی نہ بھلائے جانے کی چیز معلوم ہیں۔ ان کے کردار اکثر ٹائپ کے کردار ہیں جو کسی آدرش یا مقصد کو سامنے رکھ کر تخلیق کیے گئے ہیں۔''۴۳

''گئودان'' میں پریم چند ذلت اور بے آبروئی کی اس زندگی کو پیش کرنا چاہتا تھا جو محنت کش طبقے کا مقدر بن چکی تھی۔ اس ناول میں کسان کی زندگی کے ساتھ ساتھ شہر میں مزدور طبقے کی خستہ حالی کو پیش کیا ہے۔ پریم چند نے مزدور کی بدحالی کا نقشہ پروفیسر مہتا کے الفاظ میں کھینچا ہے۔ یہ نقشہ حقیقی ہے اور پریم چند کے طبقاتی شعور کو ظاہر کرتا ہے۔ پروفیسر مہتا ل مالک کھنہ سے کہتے ہیں۔

> ''آپ کے مزدور بلوں میں رہتے ہیں۔ گندے اور بدبودار بلوں میں جہاں آپ ایک منٹ رہیں تو قے ہو جائے۔ جو کھانا کھاتے ہیں آپ کا کتا بھی نہ کھائے گا۔۔۔۔۔ کانون (قانون) اور نیاو اس کا ہے جس کے پاس پیسہ ہے۔۔۔۔۔ کچہری' عدالت اس کے ساتھ ہے جس کے پاس پیسہ'' ۴۴

پریم چند نے یہ ناول لکھتے وقت بڑی حقیقت نگاری کا ثبوت دیا اور اس دور کی اقتصادی اور سماجی زندگی پیش کی ہے۔ پریم چند زمینداروں اور جاگیرداروں کی ذہنیت کو بدل کر سارے نظام کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ زمینوں کا حق ملکیت ان سے چھینے بغیر کسانوں کی بہبودی چاہتے ہیں۔ ''گئودان'' پہلا ناول ہے جس میں انہوں نے مرکزی کردار ایک غریب' جاہل' مفلوک الحال اور جاگیرداری نظام کے ظلم و ستم کا نشانہ کسان کو بنایا ہے۔ اس لیے اس ناول میں پہلی بار پریم چند ٹالسٹائی کی مثالیت پسندی کے قریب ہوئے ہیں۔ پریم چند انقلاب کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ تشدد کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ ''میدان عمل'' کے یہ الفاظ تشدد کے رجحان کی ترجمانی کرتے ہیں

امر کے سینے میں انقلاب کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو آج مالداروں کا خاتمہ کر دیتا جو دنیا کو جہنم بنائے ہوئے ہیں۔ ''وہ انقلاب ہی میں ملک کی نجات سمجھتا تھا۔ ایسے انقلاب میں جو عالمگیر ہو جو زندگی کے غلط اصولوں کا' مہلک رسوم کا اور بندشوں کا خاتمہ کر دے۔ جو ایک نئے دور کا حامل ہو' ایک نئی دنیا آباد کرے' جو مٹی کے ان گنت دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ کر زمین دوز کر دے۔ ''گئودان'' میں بھی گوبر اور دھنیا کے کردار بغاوت کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ گوبر کے یہ الفاظ بغاوت کی بو کا

احساس دلاتے ہیں۔

''کیسی چاکری اور کس کی چاکری؟ یہاں کوئی کسی کا چاکر نہیں سبھی برابر ہیں۔اچھی دل لگی ہے کسی کو سو روپے ادھار دیے اور سود میں عمر بھر کام لیتے رہے۔دراصل یوں کا توں یہ مہاجنی نہیں ہے کھون (خون) چوسنا ہے''۴۵

''گوشہ عافیت'' میں کسانوں کی پریشانیوں کا یہ حل پیش کیا کہ زمیندار اپنے حقوق سے دستبردار ہو کر زمینوں کے حقوق کسانوں کو دے دیں۔پریم چند صرف انصاف کے پجاری ہیں۔وہ سماجی انصاف چاہتے ہیں۔وہ ظلم کا خاتمہ چاہتے ہیں اور ظالم کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔''گئو دان'' میں ایڈیٹر بجلی پنڈت اشتراکی خیالات رکھتے ہیں جو نہایت بیباکی کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز اٹھاتے نظر آتے ہیں۔گوبر کسانوں کی نوجوان نسل کا نمائندہ ہے اور اشتراکی خیالات کا مالک ہے۔ یہ اشتراکی خیالات ہمارے ہاں روسی ادب کے اثرات ہی کا نتیجہ ہیں۔روس میں ۱۹۱۷ء کا انقلاب کسانوں اور مزدوروں نے ل کر کیا۔پریم چند نے بھی اپنے ناولوں میں کسانوں کی زندگی کے ساتھ ساتھ مزدوروں کی زندگی بھی پیش کر دی۔

''پریم چند کی حقیقت نگاری کتابوں کے بجائے عملی زندگی کی حقیقت سے پیدا ہوئی تھی۔پریم چند کے یہاں حقیقت اور مثالیت کی کشمکش یکساں طور پر دکھائی گئی ہے۔نتیجتاً ان کے فن پاروں کے اولین حصے حقیقت پسندی سے اثر پذیر ہیں اور آخری حصے مثالیت سے۔۔۔۔۔۔۔وہ ہر مسئلہ کا حل سمجھوتہ میں ڈھونڈ لیتے ہیں۔''۴۶

آخری دور میں پریم چند انقلاب کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ایسے موقعوں پر جہاں انقلاب اور تشدد کے جذبات شدت اختیار کر جاتے ہیں، پریم چند کے نظریات میں ایک واضح تضاد دکھائی دینے لگتا ہے۔وہ تعمیر کے لیے تخریب کے صدمے برداشت نہیں کرتے۔

میدان عمل میں ''امر کانت'' کا کردار ایک انقلابی اور باغی نوجوان کا کردار ہے وہ گھر کا سکھ چین ترک کر کے سود خوریات کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور ایک گاؤں میں جا بستا ہے۔وہاں کسانوں اور مزدوروں میں زندگی کی لہر دوڑاتا ہے۔

پریم چند ٹالسٹائی سے بے حد متاثر ہیں اور ٹالسٹائی کے یہاں جو نظریاتی تضاد نمایاں طور پر نظر آتا ہے وہی تضاد پریم چند کے ہاں بھی موجود ہے۔جہاں ایک طرف ٹالسٹائی معاشرے کی خباثتوں پر سرمایہ دارانہ نظام کے استحصال پر، قانون پر سرمائے کی بالادستی پر اور نچلے طبقے کی روز افزوں زبوں حالی پر نہایت بے رحمی سے تنقید کرتا ہے۔بالکل یہی حالت پریم چند کی ہے ایک طرف تو ان کے یہاں ہر قسم کے استحصال کے خلاف نفرت کا اظہار ہوتا ہے لیکن دوسری طرف یہ نفرت ہمدردی میں تبدیل ہوتی دکھائی دیتی ہے۔پریم چند مذہب کی غلط تاویلات اور مروجہ تباہ کن رسومات کے سخت خلاف تھے۔ذات پات اور طبقاتی اختلافات کو وہ ایک لعنت سے تعبیر کرتے ہیں۔

''پریم چند کے تمام کردار سماجی ناانصافیوں کے خلاف صدائے احتجاج بن کر نمودار ہوتے ہیں۔طبقاتی منافرت ہوس ناکی، خود غرضی، وطن دشمنی اور دوسرے تمام معاشرتی جبر و استحصال کے یہ کردار یا تو خود نمائندہ ہیں یا ان کے شاہکار ناولوں کی کردار نگاری کی ایک دوسری شکل سجاد ظہیر کے ناول ''لندن کی ایک رات'' میں نظر آتی ہے۔پریم چند کے کردار معاشرے کی خارجی کشمکش میں گرفتار ہیں۔سجاد ظہیر کے کردار نعیم، اعظم، راؤ احسان سب میں داخلی کشمکش ہے''۴۷

''میدان عمل'' میں پریم چند انقلابی تحریک کی باگ ڈور اسی متوسط طبقے کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور اسی متوسط طبقے کو انقلابی قوت کا محرک قرار دیا ہے۔اس نقطے سے روسی اثرات واضح ہو جاتے ہیں کیونکہ وہاں بھی انقلاب کے بعد حکومت کی باگ ڈور مزدوروں اور کسانوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔''پریم چند نے نہ صرف ناول کو وسعت دی بلکہ اپنی بصیرت سے ایک نیا مفہوم دیا

اور اسے ایسے امکانات کا حامل بنایا کہ اجتماعی اور انفرادی زندگی کا کوئی موقع اور فکر، احساس اور جذبے کی پیچیدگی اس کے لیے بیگانہ نہیں رہی۔ پریم چند کے ناول بہ یک وقت ٹالسٹائی کی وسیع النظری اور ڈکنس کی مردم شناسی کے حامل بھی ہیں اور مشرقی مزاج کے صحیح آئینہ دار بھی۔"

پریم چند نے اپنے ناولوں کے ذریعے زندگی کے واقعات و حالات کو پیش کیا اور ان پر سنجیدگی اور توجہ سے سوچنا سکھایا۔ بیوہ، بازارِ حسن، نرملا، میدانِ عمل، گئودان، گوشہ عافیت، غبن وغیرہ ناول پریم چند کے حقیقت پسندانہ فنی شعور کے آئینہ دار ہیں۔ پریم چند کے ناولوں کے ہیرو متوسط طبقے سے ہیں اور ان میں ہندوستان کی سیاسی اور طبقاتی کش مکش پوری شدت کے ساتھ ابھری ہے اور حقیقتاً انہوں نے فنِ ناول کو زندگی کے مسائل کا ترجمان بنا دیا۔ یہی خصوصیات پریم کو ٹالسٹائی کے قریب کرتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالسلام، اردو ناول بیسویں صدی میں، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ۱۹۷۳ء، ص ۶۵۷

۲۔ اختر حسین رائے پوری، ادب اور انقلاب، شعبہ اردو نیشنل انفارمیشن اینڈ پبلی کیشنز، بمبئی نمبر ا، س ن، ص ۶۶

۳۔ اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر، مسائل ادب، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۳۱۳

۴۔ خالد اشرف، ڈاکٹر، برصغیر میں اردو ناول، اردو اکادمی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۴

۵۔ قمر رئیس، ترقی پسند نظریہ ادب کی تشکیل جدید، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۱۷

۶۔ پریم چند، گوشہ عافیت، مکتبہ جامع دہلی، ۱۹۵۰ء، ص ۵

۷۔ علی عباس جلالپوری، روحِ عصر، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۱۴۳

۸۔ عبدالسلام، اردو ناول بیسویں صدی میں، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ۱۹۷۳ء، ص ۴۷۴

۹۔ حسن اختر، ڈاکٹر، تنقیدی اور تحقیقی جائزے، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ستمبر ۱۹۸۲ء، ص ۱۹۶

۱۰۔ وقار عظیم، پریم چند، مشمولہ پریم چند کا تنقیدی مطالعہ، مرتبہ مشرف احمد، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۷۰

۱۱۔ شہنشاہ مرزا، تنقیدی تجزیے، نامی پریس لکھنؤ، ۱۹۸۴ء، ص ۳۶

۱۲۔ سید افتخار حسین بخاری، پریم چند کا مطالعہ، زاد راہ اور میدان عمل کی روشنی میں، حمایت اسلام پریس لاہور، س ن، ص ۲۴۹

۱۳۔ کے۔ کے کھار، اردو ناول کا نگار خانہ، فیسں بکس اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۹

۱۳۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، سید عاشور کاظمی، مرتبہ ترقی پسند ادب، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۴۰۷

۱۴۔ افتخار حسین بخاری، پریم چند کا مطالعہ، زاد راہ اور میدان عمل کی روشنی میں، حمایت اسلام پریس لاہور، س ن، ص ۲۰۱

۱۵۔ افتخار حسین بخاری، پریم چند کا مطالعہ، زاد راہ اور میدان عمل کی روشنی میں، حمایت اسلام پریس لاہور، س ن، ص ۱۹۸

۱۶۔ علی عباس حسینی، پریم چند کے ناول، مشمولہ پریم چند کا تنقیدی مطالعہ، مرتبہ مشرف احمد، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۴۷

۱۷۔ اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر، مسائل ادب، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۹

۱۸۔ نعیم نقوی، ڈاکٹر، تنقید و آگہی، غضنفر اکیڈمی کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۷۹

۱۹۔ اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر، مسائل ادب، تنقید و تجزیہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۳۳۹

۲۰۔ محمد صفدر میر، بیابانِ جنوں، مرتبہ شیما مجید، کلاسیک دی مال لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۱۲۴

۲۱۔ افتخار حسین بخاری، پریم چند کا مطالعہ، زاد راہ، میدان عمل کی روشنی میں، حمایت اسلام پریس لاہور، س ن، ص ۲۰۱

۲۲۔افتخار حسین بخاری، پریم چند کا مطالعہ زادِ راہ اور میدانِ عمل کی روشنی میں، حمایت اسلام پریس لاہور، س ن، ص ۲۱۵
۲۳۔پریم چند، گئو دان، ص ۲۰۴
۲۴۔پریم چند، گئو دان، چودھری اکیڈمی لاہور، س ن، ص ۳۵۹
۲۵۔ظہیر حسین عابدی، پریم چند کا نظریہ حیات، نظریہ فن، مقالہ ایم۔اے اردو، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص ۵۷
۲۶۔سہیل بخاری، اردو ناول نگاری، مکتبہ جدید لاہور ۱۹۶۰ء، ص ۶۷۵
۲۷۔اسلم آزاد، ڈاکٹر، اردو ناول آزادی کے بعد، سیمانت پرکاشن نئی دہلی ۱۹۹۰ء، ص ۲۹